

مولانا مفتی مختار اللہ تھانی *

بحث و نظر

قسط (۱)

عصر حاضر میں ثمن عرفی کیلئے معیار نصاب سونا ہے یا چاندی؟

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر جس طرح عبادات بدنیہ کی صورت میں چند فرائض و احکام عائد کئے ہیں تو اسی طرح عبادات مالیہ کی صورت میں بھی چند فرائض لاگو کئے ہیں ان مالی عبادات میں اہم ترین عبادت زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اسلامی احکامات کا ایک بنیادی حکم ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً ۸۲ مقامات پر بڑے اہتمام کے ساتھ اور تقریباً ۲۷ مقامات پر اس کو نماز کے ساتھ پیوست ذکر کر کے انسانوں پر یہ واضح کیا ہے کہ یہ کوئی تبرع یا احسان نہیں کہ صاحب ثروت آدمی کسی غریب مسلمان بھائی پر کرے بلکہ یہ اس کے ذمے ایک اہم فریضہ ہے۔ زکوٰۃ کی فریضیت پر تمام امت کا اجماع ہے، حتیٰ کہ جو شخص اس کی فریضیت کا انکار کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور جو شخص زکوٰۃ نہیں دیتا وہ فاسق ہے اور اگر وہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں لیت و لعل سے کام لے رہا ہو تو اس سے بقدر زکوٰۃ جبراً وصول کر کے مناسب سزا دی جائے۔

بلکہ علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل کیا جائے۔ الزکوۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک ملکاً تاماً و حال علیہ الحول اما الوجوب فلفقوله تعالیٰ و اتوا الزکوۃ و لفقوله ابو از کوۃ امو الکم و علیہ اجماع الامۃ (الہدایۃ)

زکوٰۃ ہر عاقل و بالغ اور آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مال نصاب کا پورے طور پر مالک ہو اور یہ اس پر سال بھی گزر گیا ہو زکوٰۃ کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ زکوٰۃ ادا کرو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور امت کا اجماع دال ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت:

اسلام میں زکوٰۃ کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقامت صلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ کو اہل ایمان کی مخصوص علامت قرار دیا ہے اور یہ اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی ایک بے مثال نمونہ ہے۔ زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں نماز کا ذکر ہے وہاں متصل زکوٰۃ کا ذکر بھی موجود ہے مثلاً سورۃ (البقرۃ) میں جہاں متقین کی صفات میں یقیمون الصلاۃ کا ذکر ہے تو وہاں و مھارزقھم ینفقون بھی

ان صفات کی فہرست میں مذکور ہے اور انفاق سے یہاں مراد با تفاق مفسرین زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

سورۃ مائدہ میں ان مومنین کی صفات کے بیان میں ہے:

يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ، کہ وہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین کی نجات اور اخوت اسلامی میں داخل ہونے کے لئے دیگر امور کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاتَّبِعُوا أَمْرًا وَابْتِغُوا الْوَسِيلَةَ وَأَتُوا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُم إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (توبہ)

اگر وہ مشرکین توبہ کریں نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور چند آیات کے بعد ایک اور جگہ فرماتا ہے۔

فَاتَّبِعُوا أَمْرًا وَابْتِغُوا الْوَسِيلَةَ وَأَتُوا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُم (توبہ)

اگر یہ لوگ توبہ کریں نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو یہ لوگ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی زکوٰۃ کی اہمیت اور افادیت کو بڑے ہی اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے چنانچہ جب آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو فرض نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں۔

اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ۲۔ نماز قائم کرنا ۳۔ زکوٰۃ دینا ۴۔ حج کرنا ۵۔

رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت ضحاک بن ثعلبہؓ نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں آپ کو تم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے فقراء میں تقسیم کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بالکل۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ امرت ان اقاتل الناس

حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله و يقيموا الصلوة ويؤتوا

الزكاة فاذا فعلوا عصموا مني ليمانهم و اموالهم و حسابهم على الله (مسلم ۳۷/۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کیا اور ان کا حساب اللہ پر ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من صاحب ذہب ولا فضۃ لا یثودی منها حقھا اذا کان یوم القیامۃ صفحت له الصفاۃ من نار فاحمی علیہا نار جہنم فیکوی بها جنبہ وجبینہ وظہرہ کلما روت اعدت له فی یوم کان مقداره خمسین الف سنۃ (بخاری)

سونے چاندی کے مالکان جو زکوٰۃ نہیں دیتے تو قیامت کے دن ان کو جب سزا ملے گی کہ وہ مال لے اور چوڑے تختے بنا کر جہنم کی آگ میں گرم کر دیئے جائیں گے پھر ان سے انکے پہلو پیشانی، پیٹ داغ دیئے جاتے رہیں گے یہ معاملہ ان کے ساتھ اس دن ہوتا رہے گا جن کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت پر کافی تعداد میں احادیث موجود ہیں جو حد تو اتر کو پہنچ چکی ہے اور ساتھ امت کا اجماع بھی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت سے منکرین ادا نہ کرنے والوں کے لئے وعیدات کتب احادیث میں مذکور ہے۔

اس اہمیت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپؐ نے انکے خلاف جہاد کا علم بلند کیا، سنن کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

لما توفی رسول اللہ ﷺ واستخلف ابو بکر بعدہ وکفر من کفر من العرب قال عمر بن الخطاب لابی بکر: کیف تقاتل الناس؟ وقد قال رسول اللہ ﷺ:

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی ماله ونفسہ الابحۃ وحسابہ علی اللہ فقال ابو بکر: واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو معنونی عناقا کانوا یؤدونھا لرسول اللہ ﷺ لقاتلھم علی منعھا۔

جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور ان کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ بنے تو قبائل عرب میں جن کو کافر ہونا تھا کافر (مرتد) ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپؓ ان لوگوں سے قتال کیسے کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم ہوا ہے۔ یہاں تک لا الہ الا اللہ کہیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو اپنی جان و مال کے ساتھ لے لیا اور اب بکر صدیقؓ نے فرمایا بخدا

میں لڑوں گا اس شخص سے جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے وہ لوگ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے اگر ان میں سے کوئی بکری کا ایک بچہ روک لیں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔

قدیم مذاہب میں زکوٰۃ کا تصور:

اسلام ایک دین فطرت ہے اس کا ہر حکم فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، ہر دور کے اندر جتنے مذاہب رہے ہیں ان سب میں کچھ کمی بیشی کے ساتھ ایک گونا گونا تعلیمات اسلامی کا وجود پایا جاتا ہے۔ اسلام کا نظام زکوٰۃ بھی ایک ایسا نظام ہے جس کا وجود قدیم مذاہب میں بھی چلا آ رہا ہے دنیا بھر کے ہر مذہب میں کسی نہ کسی طور پر زکوٰۃ کا وجود ضرور موجود ہے۔

ہندو مذہب میں صدقہ و خیرات:

ہندو مذہب دنیا کے تین بڑے مذاہب میں سے ایک قدیم مذہب ہے اس مذہب میں بھی زکوٰۃ و خیرات کو ایک مذہبی رکن کی حیثیت حاصل ہے۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ سے ہندو مذہب نقل کرتے ہیں کہ: خیرات (دان) ہندوؤں کے نزدیک ایک مذہبی فرض ہے اور کئی اہم اعتبارات سے اصول و عمل دونوں ہی میں مغرب کے تصور خیرات سے مختلف ہے..... ویدوں کی مقدس دعاؤں کے زمانہ میں بھی دان اور دکشنا خیرات کا تصور شعراء کے ذہن میں ایک مقام رکھتا تھا خیرات کرنے والے کا ثواب اور اس کے علوشان کا بار بار ذکر آتا ہے۔ ویدک لٹریچر میں بالعموم اور ازمنہ آخری کی سمرتیوں خصوصاً دھرم شاستروں اور پہاڑوں میں گھر بار والوں پر جو فرائض عائد کئے گئے ہیں ان میں خیرات کا مقام بلند رکھا گیا ہے..... اس طرح تمام ہندوؤں درویش خیرات ہی سے گزر کر رہتے ہیں..... برہمن دھرم سے بدھ مذہب نے بھی فریضہ خیرات کا تصور ورشہ میں پایا انہوں نے مذہب کی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کر دیئے والوں درویش کے فریضہ کے قدیم اصول کو ترقی دے کر زیادہ منظم بنایا اور اس کی بنیادوں کو وسیع کیا (ارکان اربعہ ۱۸۰ تا ۱۷۷) اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے ہاں بھی صدقہ و خیرات کا تصور صرف موجود ہی نہیں بلکہ ایک اہم فریضہ کی شکل کی حیثیت رکھتا ہے۔

گزشتہ آسمانی مذاہب میں زکوٰۃ کا تصور:

گزشتہ آسمانی مذاہب میں بھی زکوٰۃ کا تصور موجود تھا اور اب بھی ہے چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ بھی ان عبادات میں سے ہے جو تمام آسمانی مذاہب کے صحیفوں میں فرض بتائی گئی ہے لیکن ان کے پیروں نے اس فرض کو اس حد تک بھلا دیا تھا کہ بظاہر ان کے مذہبی احکام کی فہرست میں اس کا نام بھی نظر نہیں آتا ہے حالانکہ قرآن پاک کا دعویٰ ہے اور اس کی تائید مختلف آسمانی صحیفوں سے ہوتی ہے کہ جس طرح نماز ہر مذہب کا

جز ولا ینفک تھی اسی طرح زکوٰۃ بھی تمام مذاہب کا ہمیشہ ضروری جزء رہا ہے۔ بنی اسرائیل سے خدا کا جو عہد تھا اس میں نماز اور زکوٰۃ دونوں تھے۔

اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکاۃ (البقرہ)
ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ۔
لئن اقمتم الصلوٰۃ و اتبتم الزکوٰۃ (المائدہ)
(اے بنی اسرائیل) اگر تم کھڑی رکھتے نماز اور دیتے رہتے زکوٰۃ۔

حضرت اسماعیلؑ کے ذکر میں ہے:

وان کرفی الکتاب اسماعیل انه کان صادق الوعد و کان رسولاً نبیاً و
کان یامر اہله بالصلوٰۃ و الزکوٰۃ و کان عند ربہ مرضیاً (المريم)
اور قرآن میں اسماعیل کا ذکر کر پیشک و وعدہ کا سچا تھا اور وہ خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر تھا اور وہ اپنے لوگوں کو نماز
زکوٰۃ کی تاکید کرتا تھا اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا۔
اور حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں:

و اوصانی بالصلوٰۃ و الزکوٰۃ ما دمت حیا (المريم)

اور خدا نے مجھ کو زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی تاکید کی ہے۔ (سیرۃ النبی ۵/۱۱۰)

قرآن کریم کی ان تصریحات کی تائید کے لئے علامہ ندویؒ آگے لکھتے ہیں: تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ
بنی اسرائیل میں زمین کی پیداوار اور جانوروں میں ایک عشر یعنی دسواں حصہ (اخبار ۲۷: ۳۲، ۳۳ اخری) نیر ہر بیس برس
یا اس سے زیادہ عمر والے پر خواہ وہ امیر ہو یا غریب آدھا مشقال دینا واجب تھا (خروج ۳۰: ۱۳، ۱۵) ساتھ ہی غلہ کاٹنے
وقت گراپڑا اناج، کھلیان کی منتشر بالیں اور پھل والے درختوں میں کچھ پھل چھوڑ دیتے تھے جو مال زکوٰۃ تھی الخ
علامہ صاحب عیسائیت کے معتبر کتب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

انجیل لوقا (۱۸-۱۰) میں ہے کہ جو اپنا عشر (زکوٰۃ) ریا، نمائش اور فخر کے لئے دیتا ہے اس سے وہ شخص بہتر
ہے جو اپنے قصور پر نادام ہے اسی انجیل کے ۲۱ ویں باب کی پہلی آیت میں ہے:

اگر کوئی دولت مند ہو کل کے خزانہ میں اپنی زکوٰۃ کی بڑی رقم ڈالے اور اس کے مقابلے میں کوئی غریب
بیوہ خلوص دل سے دو دمڑی ڈالے تو اس کی زکوٰۃ کا رتبہ اس دو تہند کی زکوٰۃ سے کہیں بڑھ کر ہے۔

(متی ۲۳/۱۷ میں ہے) ساتھ ہی انہوں نے خود اپنی طرف سے نیز اپنے رفیق کی طرف سے اپنی ناداری کے باوجود
آدھے مشقال والی زکوٰۃ ادا کی ہے۔ (سیرۃ النبی ۵/۱۱۱)

اسی طرح مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پہاڑی وعظ میں اور دوسرے موقعوں پر خیرات ہی کے فریضہ کو اتنے ہی عزم و خلوص سے بیان کیا ہے جیسا کہ علماء یہود کیا کرتے تھے ان کے پیروں کے لئے بھی خیرات دینا ضروری ہے۔ (ارکان اربعہ ۱۹۳، ۱۹۵) آگے لکھتے ہیں:

سینٹ جان نے اس فرض (خیرات ہی) کو انتہائی روشن اور نمایاں طریقہ پر پیش کیا ہے انہوں نے انسانی خدمت کو جذبہ حب اللہ سے پیدا ہونا بتلایا ہے وہ فرماتے ہیں جس کے پاس دنیا بھر کا سامان موجود ہے لیکن وہ اپنے بھائی کو ضرورت مند دیکھتے ہوئے بھی اس کے ساتھ رحم کرنے سے گریز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اس میں کیسے قائم رہ سکتی ہے۔ اس طرح پر ہم دیکھتے ہیں کہ خود حضرت عیسیٰؑ اور ان کے اولین پیروں کی تعلیم میں خیرات اور غربا کی امداد کو عیسائی زندگی کا بنیادی فرض سمجھا گیا ہے۔ (ارکان اربعہ ۱۹۸)

مگر ان ظالموں نے اس اہم اور بنیادی فریضہ کو ترک کیا اور ایسا ترک کیا کہ ان میں سے کوئی بھی کرنے والا نہیں بچا اس لئے قرآن کریم نے ان کی اس قباحت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ ثم تولیتکم الاقلیلا منکم و انتم معرضون۔ (الایۃ)
(اور تمہارا بنی اسرائیل سے معاہدہ تھا کہ نماز کھڑی رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا، پھر تم نے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم دھیان نہیں دیتے۔)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل تمام آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب میں بھی زکوٰۃ کا تصور کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا اور ہے۔

اسرار زکوٰۃ:-

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس کا کوئی بھی حکم ظاہری اور باطنی اسرار سے خالی نہیں ہر ایک میں کوئی نہ کوئی حکمت الہی ضرور ودیعت ہے۔ چونکہ اس مضمون کا تعلق زکوٰۃ اور نصاب زکوٰۃ سے ہے اس لئے یہاں صرف زکوٰۃ کے بعض اسرار اور رموز ذکر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی التھانویؒ زکوٰۃ کے اسرار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) زکوٰۃ و صدقات گناہوں کو دور کرنے اور برکات کو زیادہ کرنے کے لئے بہترین ذرائع و اسباب ہیں۔

(۲) شہر کے اندر بالضرور ہر قسم کے لوگ ناتواں اور حاجت مند وغیرہ ہوتے ہیں۔ اگر رفع فقر اور حاجت کا طریقہ

ان میں نہ پایا جائے تو ضرور وہ ہلاک ہو جاویں اور بھوکے مر جاویں۔

(۳) اسمیں اعلیٰ درجہ کی ہمد و ثنا کی گنجینہ ہے۔ اگر ہمد و ثنا سنبھل جاتے ہیں۔ امراء پر

یہ فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں اگر نہ بھی فرض ہوتی تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا کہ غرباء کی امداد کی جائے انسان میں ہمدردی کے اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے پس زکوٰۃ دینے کا فعل اور اس کے آثار موثر ظاہر کر رہے ہیں۔

(احکام اسلام عقل کی نظر میں)

اسی طرح علامہ امام شاہ ولی اللہ المحمّد ث الدہلوی زکوٰۃ کے رموز کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان عمدة ما روى في الزكاة مصلحة: مصلحة ترجع الى تهذيب النفس وهي انها احضرت الشح و الشح اقبح الاخلاق ضار بها في المعاد ومن كان شحيحا فانه اذا مات بقي قلبه متعلقا بالمال و عذب بذلك ومن تمرن بالزكاة و ازال الشح من نفسه كان ذلك نافعا له (حجة الله البالغة ج ۲ ص ۱۰۰ من ابواب الزكاة). ترجمہ: جان لو زکوٰۃ کے مختلف مصلحتوں میں سے زیادہ دوا اہم مصلحتیں ہیں ایک مصلحت کا تعلق تہذیب النفس کے ساتھ ہے وہ یہ کہ انسانی نفس کے اندر عموماً بخل کی خصلت ہوتی ہے اور بخل ایک بدترین صفت ہے جو انسان کی آخرت میں سخت ضرر کا باعث ہے جو بخیل ہو گا تو موت کے وقت بھی اس کا دل مال ہی کے ساتھ لگا رہے گا جسکی وجہ سے اسکو عذاب ملے گا اور جو شخص زکوٰۃ دینے کا عادی بن جائے گا اور اپنے نفس سے بخل کو دور کرے تو یہ اس کے لئے نافع ہے۔

مگر ان مصالح کے ساتھ ساتھ اہم ترین مصلحت اور زکوٰۃ کی روح عبادت ہے اگرچہ بعض حضرات جو جدید نظام معیشت اور ان کے فلسفوں اور نظام اقتصاد سے متاثر ہو کر اس روح کو نظر انداز کر کے اس کو ایک عادلانہ ٹیکس قرار دیتے ہیں جو دوسرے رائج شدہ ٹیکسوں کے مقابلے میں زیادہ مفید اور موزوں ہے لیکن یہ جان لینا انتہائی ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی اصل روح اور مصلحت عبادت الہی اور تقرب الی اللہ ہی ہے۔

علامہ عبدالحی، بحر العلوم فرماتے ہیں:

ثم لا بد في اداء الزكاة من النية لان الزكاة عبادة عظيمة احد اركان

الاسلام كالصلوة لا يقصد منها الا الثواب فلا بد من النية (رسائل الاركان ص ۱۶۶)

ترجمہ: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے نیت بہت ضروری ہے اس لئے کہ زکوٰۃ ایک عظیم عبادت ہے اور نماز کی طرح ارکان اسلام میں داخل ہے جس سے صرف ثواب کا قصد کیا جاتا ہے اور اس کے لئے نیت ضروری ہے۔

مفکر اسلام علامہ ابوالحسن علی الندوی بھی زکوٰۃ کے بنیادی مصالح پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”یہ روح ہے عبادت اور تقرب الی اللہ کی اس طرح وہ اس کا بنیادی مقصد اور اصل مصلحت و حکمت کو نظر

انداز کر دیتے ہیں یعنی نفس کو بخل، خود غرضی، انانیت، فقراء کی حق تلفی اور قلب کی قساست سے پاک صاف کرنا اللہ تعالیٰ کی

مقبولیت و رضا حاصل کرنا اور فقراء و محتاجین کی امداد اور خیر و برکت

کاظم پور۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہتمام و تاکید کے ساتھ اس بنیادی مصلحت اور حقیقی فائدہ کا ذکر فرمایا ہے اور سب سے زیادہ زور اسی مرکزی نقطہ پر دیا ہے۔

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكهم بها (سورة التوبہ ۱۰۳)

آپ انکے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے اسکے ذریعہ سے آپ انہیں پاک و صاف کر دیں گے۔ (ارکان اربعہ ۱۵۵-۱۵۶)

زکوٰۃ اور دیگر ٹیکسوں میں فرق:

دنیا بھر میں جتنی حکومتیں قائم ہیں ماہرین اقتصادیات نظام مملکت کو چلانے کے لئے مختلف اقسام کے ٹیکس کے نفاذ کو اہم اور بنیادی ضرورت قرار دیتے ہیں اگرچہ ظاہر ان کا نفاذ سبز باغ کی طرح حسین و جمیل ہوتا ہے مگر ان ٹیکسوں کے غیر متوازن ہونے کی وجہ سے عوام الناس کو روز بروز نئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر دن ایک نئی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔

اسلام نے نظام حکومت کو چلانے کے لئے جو نظام زکوٰۃ حکومتی ٹیکس کی شکل میں مقرر کیا ہے ان کا اور دیگر ٹیکسوں کے مابین ایک نمایاں فرق ہے۔

علامہ ابو الحسن علی ندویؒ اس بنیادی فرق کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

زکوٰۃ اور ان ٹیکسوں کے درمیان جو شخص سلطنتوں میں یا نئے زمانہ کے جمہوری اور عوامی حکومتوں میں نظر آتے ہیں ایک نمایاں اور بنیادی فرق جو اس کے اثرات و نتائج پر پورے طور پر اثر انداز ہے وہ اس کی شرعی ساخت اور حیثیت ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بلیغ و مجرمانہ الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا:

توخذ من اغنيائهم وترد على فقرائهم ان کے دولت مندوں سے لیا جائے اور ان کے غرباء میں تقسیم کیا جائے یہ زکوٰۃ کی وہ شرعی حیثیت ہے جو عہد اول میں نظر آتی ہے اور جو قیامت تک برقرار رہنی چاہیے اور ان اغنیاء سے لے کر ان مصارف میں صرف کی جائے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں..... اس کے برعکس جو ٹیکس موجودہ حکومتوں میں لگائے جاتے ہیں وہ زکوٰۃ کی عین ضد ہیں یہ ٹیکس (خواہ ظالمانہ ہوں یا عادلانہ کم ہوں یا زیادہ) زیادہ تر متوسط طبقہ اور غرباء سے وصول کئے جاتے ہیں اور اغنیاء و امراء کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ (ارکان اربعہ ۱۶۶ ص ۱۶۷)

اسلامی نظام ٹیکس بصورت زکوٰۃ سے جو مال حاصل ہوتا ہے اس سے فقیر، بے بس اور بھوکے شخص کا پیٹ بھر جاتا ہے اس کو کپڑے مہیا ہو جاتے ہیں اس کے بیمار بچے بیوی اور والدین کو دوائی مل جاتی ہے ان بے سہارا اور غرباء لوگوں کو دنیا میں زندگی بسر کرنا سکھایا جاتا ہے۔

بالکل ضد ہی ہے۔

اور حضرت مولانا آگے لکھتے ہیں: یہ دولت جو کسانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی اور مزدوروں، کاریگروں اور تاجروں پر لگائے ہوئے ٹیکسوں سے حاصل ہوتی ہے بڑی سخاوت، بلکہ بیدردی اور بے رحمی کے ساتھ صدور مملکت اور بیرونی مہمانوں کے استقبال اور انکے شاہانہ اور پر تکلف ضیافتوں پر (جن کو دیکھ کر الف لیلہ کے خیالی قصے یاد آ جاتے ہیں) بیرونی ملکوں کے سفارت خانوں کی شاندار کا کٹیل پارٹیوں پر جن میں شراب پانی کی طرح بہائی جاتی ہے، حکومتوں کی پروپیگنڈہ مشنری پر جس کا کام عوام کی دولت کو لوٹنا اور انکا خون چوسنا ہے، غیر ملکی صحافیوں، نیوز ایجنسیوں اور ریڈیو ٹی وی کے اناؤنسروں پر جن کا مقصد جھوٹی خبریں گھڑنا، بے گناہوں پر الزام لگانا اور اپنے دشمنوں کو گالی دینا اور ہر وقت برا بھلا کہنا ہے اور انکے اخباروں پر جن کو آج کل فوجوں اور ہتھیاروں سے زیادہ مفید اور کارگر سمجھ لیا گیا ہے خرچ کی جارہی ہے اور اس دولت کا سب سے بڑا مصرف ان ہی چیزوں کو سمجھ لیا گیا ہے۔ (ارکان اربعہ ص ۱۶۷)

مختصر الفاظ میں اس فرق کا خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے مالدار، صاحب ثروت پر فرض کیا ہے تاکہ زکوٰۃ کے ذریعے حاصل شدہ مال کو غرباً اور فقراً میں تقسیم کیا جائے جبکہ مروجہ ٹیکس فقراً اور غرباً سے لے کر امراً اور مالدار لوگوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

مالدار کون ہے:

اسلامی فلسفہ زکوٰۃ کے مطابق زکوٰۃ مالدار سے وصول کر کے غرباء میں تقسیم کیا جائے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مالدار کون ہے؟ تو شریعت مقدسہ میں غنی کی تین قسمیں ہیں، محشی ابی داؤد، مولانا فخر الحسن گنگوہی نے محیط کے حوالے سے لکھا ہے کہ

الغنی ثلاثة انواع غنی یوجب الزکاة وما هو مالک نصاب حولی نام، وغنی تحرم الصدقة ویوجب صدقة الفطر والاضحیة وهو ما یبلغ قیمۃ نصاب من الاموال الفاضلة عن حاجته الاصلیة وغنی، یحرم المسوال دون الصدقة وهو ان یکون له قوت یومیة وما یستعور رتہ۔ (حاشیہ ابی داؤد ص ۲۳۱ ج ۱ باب من یجوز له اخذ الصدقة۔)

ترجمہ: غنی کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ غنی جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ ہے جو نصاب کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گزر چکا ہو۔ (۲) دوسرا وہ غنی ہے جسکے لئے صدقہ لینا حرام ہو اور اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہو وہ ہے جس کے پاس نصاب کے مطابق حوائج اصلیہ کے علاوہ دیگر اموال ہوں۔ (۳) تیسرا غنی جس کیلئے سوال کرنا حرام ہو وہ ہے جسکے پاس ایک دن کا کھانا اور ستر چھپانے کے لئے کپڑا ہو۔ اسلئے ملا علی قاری فرماتے ہیں من ملک مائتتی

درهم محرم علیه اخذ الصدقة عند الحاجة (حاشیہ ابی داؤد ص ۲۳۱ ج ۱ باب من یجوز له)

نصاب زکوٰۃ :-

انسان در حقیقت اللہ تعالیٰ کا غلام ہے اور اصولی طور پر غلام کے ہاتھ میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ آقا ہی کا ہوتا ہے، آقا اس مال کو خرچ کرنے یا اسے اپنی ملکیت میں رکھنے کا مجاز ہوتا ہے، غلام کو انہیں چوں و چرا کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسا کریم آقا ہے کہ وہ اپنے غلام سے نہ تو سارے مال کا مطالبہ کرتا ہے اور نہ ہی ثلث یا ربع کا اور نہ یہ حکم دیتا ہے کہ آپکے پاس مال کم ہو یا زیادہ مگر تم اس سے اتنی مقدار زکوٰۃ ادا کرو بلکہ اس کیلئے ایک مقدار نصاب مقرر فرمایا ہے کہ جب تمہارے پاس اتنی مقدار تک مال پہنچ جائے تو انہیں سے اتنی مقدار زکوٰۃ کی نیت سے ادا کرنا، اور وہ بھی بہت کم مقدار فرض کیا ہے مال چونکہ مختلف انواع ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کیلئے مختلف نصاب مقرر کئے ہیں مقدار زکوٰۃ و نصاب ہر دور کے لئے ہے:۔ اور ساتھ ہر نوع کا ایک ایسا نصاب مقرر کیا ہے جس سے متوسط طبقے کا آدمی پورا سال اپنے اہل خانہ کی کفایت کر سکتا ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام نصابات اس لئے مقرر کئے گئے تھے کہ یہ نصابات ایک متوسط درجے کے گھرانے کے لئے سال بھر کی ضرورت کے لئے کافی ہوتے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ تمام نصابات سونے کے نصاب سے مساوی تھے ان کا مالک اس لئے غنی کہلاتا تھا۔ (حجۃ اللہ البلاء) اس مقدار کے مطابق جملہ اموال میں نصابات کا تقرر اس لئے تھا کہ دنیا میں مختلف قسم کے لوگ بستے ہیں بعض صاحب ثروت اور مالدار ہوتے ہیں ان کے پاس بہت سارا مال و دولت ہوتا ہے جبکہ بعض متوسط الحال ہوتے ہیں ان کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا جو طبقہ اولیٰ کے برابر ہو مگر اپنے گزارہ حال سے زیادہ ہوتا ہے اور بعض بالکل فقیر اور نادار ہوتے ہیں ان کے پاس گزارہ حال کے لئے بھی کچھ نہیں ہوتا وہ اپنے گزارہ حال میں بھی محتاج ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے طبائع بھی مختلف ہوتے ہیں، بعض کی طبیعت از حد تنگی اور ایثار و قربانی والی ہوتی ہے جبکہ بعض بالکل بخیل اور کنجوس ہوتے ہیں ان کے ہاں قاعدہ کلیہ یہ ہوتا ہے کہ چھڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ اور بعض لوگوں کی طبیعت میں نہ تو اتنی سخاوت ہوتی ہے کہ سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور نہ اتنی کنجوسی کہ ایک روپیہ بھی اللہ کی راہ میں نہ خرچ کر سکے۔

ان مختلف الحال طبائع کے لئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا ایک ایسا نصاب مقرر کیا جو ہر طبقہ اور ہر دور کے لئے مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت اور مصلحت کے تحت ہر مال میں ایک متعین نصاب مقرر کیا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ اس مقدار نصاب اور ان میں مقدار زکوٰۃ کی حکمت بیان کرتے ہیں: ثم مست الحاجة الى تعيين مقادير الزکوٰۃ ان لا التقدير لفرط المفرط ولا اعتدى المعتدى ويحب ان تكون غير سيرة لا يجذون بها بالاول ولا تنجح من بخلهم ولا تقيلة يعسر عليهم اداؤها والى تعيين

دور انہا فتعسر اقامتها فيها والاتكون طويلة لاتنجح من بخلهم ولا تدر على المحتاجين والحفظة الابدع انتظار شديد ولا اوفق بالمصلحة من ان يجعل القانون في الجباية ما اعتاده الناس في جباية الملوک العادية من رعاياهم لان التكليف بما اعتاده العرب والعجم و صار كالضروري الذي من لا يجدون في صدورهم حرجاً منه والمسلم الذي انهدت الالفه عنه الكلفة اقرب من اجابة القوم و اوفق للرحمة بهم۔ (حجة الله البالغة ۱۰۲/۲)

پھر اس کی ضرورت ہوئی کہ زکوٰۃ کی مقدار مقرر کر دی جائے اس لئے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا تو اس سے بہت افراط و تفریط اور حدود سے تجاوز کا خطرہ تھا کیونکہ یہ مقدار نہ اتنی کم ہونی چاہیے کہ ان کو اس کا کوئی اثر ہی محسوس نہ ہو اور ان کے بخل کا کوئی علاج ہی نہ ہو سکے نہ اتنی زیادہ ہونی چاہیے کہ اس کا ادا کرنا مشکل ہو جائے اسی طرح زکوٰۃ کی مدت کا بھی معاملہ ہے نہ یہ مدت اتنی مختصر مناسب تھی کہ بار بار زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت آتی نہ اتنی طویل کہ بخلوں کو پوری چھوٹ مل جاتی اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کا کوئی بھلائی نہ ہو سکتا مناسب یہی تھا کہ اس کا ایسا قانون بنا دیا جائے تاکہ جس طرح عام طور پر بادشاہ اپنی رعایا کے لئے ٹیکس کی حد مقرر کر دیتے ہیں اس لئے کہ عرب و عجم سب اس کے عادی ہیں اور اسے ایک ناگزیر چیز سمجھتے ہیں اور ان کے احساس کو اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی خاص طور پر مسلمان جو کلفت کے بجائے الفت کا عادی اور خوگر ہے اس حکم کی تابعداری میں سب سے پیش پیش ہوں گے۔

شاہ صاحب کے بیان سے واضح الفاظ کے ساتھ پتہ چلتا ہے کہ نصاب زکوٰۃ اور اوقات ادائیگی میں سب کا خیال رکھا گیا ہے کہ نہ امیر کے سر پر بوجھ ہو کہ وہ کہیں ادا کرنے سے قاصر ہو کہ اس فریضہ سے روگردانی ہی شروع کر دے اور نہ فقیر کے لئے باعث تکلیف ہو کہ وہ اپنے حوائج کی تکمیل کے لئے دردر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے اور اس کی حاجت کی تکمیل نہ ہو سکے بلکہ ایسا راہ اعتدال اختیار کیا گیا کہ نہ امیر پر بوجھ ہو بلکہ وہ اسے خوشی سے ادا کرے اور نہ فقیر کے لئے باعث تکلیف ہو بلکہ اس کی ضرورت مندی بروقت پوری ہو جائے۔

سونے کا نصاب :- لہذا اموال میں سب سے بنیادی مال سونا ہے۔ اسلئے کہ دور اول سے لے کر آج تک عالمی منڈیوں میں خرید و فروخت کا اساسی عنصر سونا ہی رہا ہے۔ اسکے نصاب کے بارے میں علامہ جمال الدین الزلیعیؒ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال : قال رسول الله ﷺ فيما دون مائتي درهم شئ ولا فيما دون وفي عشرين مثقالاً من الذهب شئ وفي المائتين خمسة دراهم عشرين مثقالاً ذهباً نصف

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ چاندی کے دوسو درہم اور سونے کے بیس مثقال سے کم میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔
دوسو میں پانچ درہم اور بیس مثقال سونے میں نصف مثقال زکوٰۃ واجب ہے۔

۴۔ عن علی وفي رواية له: ولیم علیک شئی یعنی فی الذہب حتی یكون لك عشرون دیناراً فإذا كانت لك عشرون دیناراً أو حال علیها الحول ففيها نصف دینار فما زاد فبحساب ذلك الخ۔ (تلخیص الخبیر ۱۷۳/۲ رقم ۸۵۱۔ باب زکوٰۃ الذہب و الفضة۔) ترجمہ: حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آپؐ پر سونے میں کوئی شے واجب نہیں حتیٰ کہ بیس دینار ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے۔ اس میں نصف دینار زکوٰۃ دینا لازم ہے اور جتنا زیادہ ہوگا تو اسکے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سونے میں وہیہب زکاة کے لئے بیس مثقال جو موجودہ دور کے حساب سے ساڑھے سات تولہ (سونا) بنتے ہیں۔ معیار مقرر ہے کہ جب کسی کے پاس اتنا سونا ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر نصف مثقال سونا یا اس کی قیمت دینا واجب ہے۔

چاندی کا نصاب :- چاندی کا نصاب بھی خود آنحضرت ﷺ نے مقرر کیا ہے۔ امام جمال الدین الزیلعی آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ عن محمد بن عبد اللہ بن جحش عن رسول اللہ ﷺ انه امر معاذ بن جبل رضی اللہ علیہ حين بعثه الى اليمن ان ياخذ من كل اربعين ديناراً ديناراً او من كل مائتي دراهم خمسة دراهم وليس فيما دون خمسة او سق صدقة ولا فيما دون خمسين ذوا صدقة وليس في الخضروات صدقة۔ (نصب الراية ۳۶۴/۲ باب زكاة الفضة)

ترجمہ:- محمد بن عبد اللہ بن جحش رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اس وقت حکم دیا جب آپ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے کہ چالیس دینار میں ایک دینار اور دو سو درہم میں پانچ درہم زکوٰۃ وصول کریں۔ پانچ دست سے کم میں کوئی صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ سبزیوں میں کوئی صدقہ واجب ہے۔

۲۔ عن علی قال: قال رسول اللہ ﷺ لیس فی مائتی لڑھم شئی حتی یحول علیہا الحول فاذا حال علیہا الحوال ففيہا خمسة لڑھم (نصب الرایۃ ۳۶۵/۲ باب زکوۃ الفضة) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسو درہم پر اس وقت تک کوئی صدقہ لازم نہیں جب تک اس پر سال نہ گزر جائے سال کے بعد اس کا پانچواں حصہ (۱/۵) زکوۃ ہے (جاری ہے.....)